

تبرہ کتب

محمد اعظم سعیدی / محمد صادق امین

جلد قرار دی گئی ہے۔ بعد ازاں یہ جدت اختیار کی گئی ہے کہ جولائی تا دسمبر کے چھ شماروں کو ایک جلد اور جنوری تا جون کے شماروں کو دوسری جلد قرار دیا گیا ہے اس طرح معارف کی مجموعی طور پر ۵۷ جلدیں متعارف کرائی گئی ہیں۔ نیز اشاریہ کے ۱۶۲ ص ۷۵ تک و مشرقی لفظی سے صفحات آگے پیچھے ہو گئے ہیں جنہیں آئندہ اشاعت میں درست کیا جاسکتا ہے، اسی طرح شروع میں جنہی کے دیوان سے جو شعر تحریر کیا گیا ہے اس میں دلیل کی ایک لام کو حذف کر دیا گیا ہے۔

بہر حال اب با علم و دانش کی طرف سے معارف اعظم گڑھ کے اشاریہ کی ترتیب، تدوین اور تخریج جیسے تحقیقی و علمی کام کی پذیرائی اور تحسین و تعریف ضرور کیا جائے گی۔ یہ کارنامہ جامعہ کراچی کے لیے بھی باعث فخر و اعزاز ہے، جامعہ کراچی اور اکادمی ادبیات پاکستان اس محنت کا اعتراف کس طرح کرتے ہیں یہ مستقبل میں معلوم ہوگا، نیز اشاریہ میں اگر کہیں سہو ہوا ہے تو یہ سبیل شفیق کا حق تھا کیونکہ اسے ضخیم، خشک اور محنت طلب کام میں چند ایک تسامحات کا وقوع پذیر ہونا بشریت کا تقاضا ہے ورنہ یہ کارنامہ سبیل شفیق کی کرامت قرار پاتا۔

محترم ڈاکٹر سفیر اختر صاحب نے اپنی تحقیقی صلاحیتوں کو اہاگر کر کے اسے کمال پر پہنچا دیا ہے کہ اب مثل پارس بن گئے ہیں اور تحقیق کے جس سبک گراں کو ہاتھ لگاتے ہیں تو اسے سلسلہ الذہب بنادیتے ہیں۔ زیر نظر کتاب دراصل آپ کا مفتی محمد عثمان القاسمی کی تالیف "تذکرۃ المصنفین" پر تبرہ ہے مگر یہ تبرہ بھی اس شان کا ہے کہ اس نے تبرہ کی جگہ تائیدوں سے سجیل کر تحقیقی مکالمے کی صورت اختیار کر لی ہے اور دریا کو کوڑے میں بند کرنے کی مثل صادق آتی ہے۔ محترم سفیر صاحب تنقید بھی اس خوبی سے فرماتے ہیں کہ وہ نقد و تحقیق کے ماتھے کا جھومر بن جاتی ہے اور انہیں اتنی محاسن اور درد مندی پائی جاتی ہے کہ جس پر تنقید کھار ہی ہو وہ اسے اپنے لیے ہامعہ اختیار اور اصلاح و ترقی سمجھتا ہے۔

القاسمی کی تالیف "تذکرۃ المصنفین" پر تبرہ ہے مگر یہ تبرہ بھی اس شان کا ہے کہ اس نے تبرہ کی جگہ تائیدوں سے سجیل کر تحقیقی مکالمے کی صورت اختیار کر لی ہے اور دریا کو کوڑے میں بند کرنے کی مثل صادق آتی ہے۔ محترم سفیر صاحب تنقید بھی اس خوبی سے فرماتے ہیں کہ وہ نقد و تحقیق کے ماتھے کا جھومر بن جاتی ہے اور انہیں اتنی محاسن اور درد مندی پائی جاتی ہے کہ جس پر تنقید کھار ہی ہو وہ اسے اپنے لیے ہامعہ اختیار اور اصلاح و ترقی سمجھتا ہے۔

تبرہ کتب

محمد اعظم سعیدی / محمد صادق امین

"تذکرۃ المصنفین" کے مؤلف مفتی محمد عثمان القاسمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادے جناب محمد امداد اللہ القاسمی نے ڈاکٹر سفیر اختر صاحب پر علمی سرتے کا الزام لگایا ہے۔ بقول ڈاکٹر سفیر صاحب: "اس امر میں تو کوئی شبہ نہیں ہے کہ جناب محمد امداد اللہ قاسمی راقم الحروف پر سرتے کا گھناؤنا الزام لگا رہے ہیں" (صفحہ ۲۱)

جناب امداد اللہ القاسمی کا موقف ہے: "حضرت والد صاحب (مفتی محمد عثمان القاسمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے آخریام زندگی میں پاکستان کے ایک مشہور قلم کار اور رابر انٹر میڈیٹ اٹک کے بعض علماء کو ساتھ لے کر حضرت والد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ آپ عاریتہ یہ مسودہ تذکرۃ المدرسین (تذکرۃ المصنفین) مجھے دے دیں۔ میں نے امتحان دینا ہے، پھر واپس کر دوں گا۔ جس پر والد صاحب نے وہ مسودہ ان کے سپرد فرما دیا کچھ عرصہ بعد آپ کی وفات حسرت آیات ہو گئی لیکن مسودہ موصوف کے پاس رہا پھر اس محترم نے کرم نوازی پر فرمائی کہ اسے اپنے نام سے شائع کروادیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ جس کا مجھے وہی طور پر دکھ ہوا۔ لہذا قارئین کی خدمت میں گزارش ہے کہ "تذکرۃ المصنفین" اور اس مضمون کے اصل مؤلف حضرت مفتی محمد عثمان صاحب القاسمی ہی ہیں۔ (صفحہ ۲۱-۲۰)

مگر سفیر صاحب جیسا شفاف اور قابل رشک باطن رکھنے والے مفتی نے اس الزام کے باوجود متانت و سنجیدگی اور باہمی احترام کا دامن نہیں چھوڑا اور نہایت خوبی سے اپنی کتاب "حالات مصنفین درس نظامی" (اشاعت اول ۱۹۷۵ء) اور مفتی محمد عثمان القاسمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب "تذکرۃ المصنفین" (اشاعت اول ۲۰۰۶ء) میں فرق کو تاریخی شہادتوں اور دونوں کتابوں کے مواد کا عطف پہلوؤں سے تقابلی جائزہ پیش کر کے واضح کیا ہے اور خود پر عائد ہونے والے علمی سرتے کے الزام کو لفظ ثابت کیا ہے۔

تو کون ہے کیا ہے تبرہ داغ تھا بھی لوگوں نے تو مریم پر بھی الزام تراشے ہم ڈاکٹر صاحب کے تبرے کے چند نمونے نقد و تحقیق میں سرگرداں افراد کی رہنمائی کے لئے پیش کریں گے تاکہ وہ شاہراہ تحقیق پر ڈاکٹر صاحب کے قائم کردہ سنگ بنائے میل کی مدد سے جستجو کا سفر سلاحتی طبع اور روانی سے طے کر سکیں۔ علمی سرتے کے الزام کے حوالے سے سفیر صاحب لکھتے ہیں: "جس مصنف کی کتاب ح ۱۹۷۵ء میں شائع ہو گئی تھی، کیا اس نے مفتی محمد عثمان قاسمی

صاحب سے ۱۹۷۶ء کے بعد ان کا مسودہ لیا اور مفتی صاحب کے دنیا سے اٹھ جانے (۱۹۸۰ء) کے بعد اپنے نام سے شائع کیا؟ کاوش الزام لگانے سے پہلے کچھ تو عقل و شعور سے کام لیا گیا ہوتا! اور حقیقت حال معلوم کرنے کی کوشش کی گئی ہوتی! (صفحہ ۲۲)

ایک مشہور روایت پر اس طرح نقد فرماتے ہیں:

”عبدالحکیم سیالکوٹی، حضرت مجدد الف ثانی اور نواب سعد اللہ خان (وزیر اعظم شاہجہاں) مولا کمال الدین کے شاگرد تھے، (بعض دوسرے اہل قلم نے انہیں ایک دوسرے کا ہم جماعت بھی قرار دیا ہے)۔ اگر نواب سعد اللہ خان اور حضرت مجدد الف ثانی کے سنین حیات پیش نظر رکھیں تو ان دونوں حضرات کا مولا کمال الدین سے استفادہ ممکن دکھائی نہیں دیتا۔“ (صفحہ ۱۸)

ایک حاشیہ نگار کے نام کی تصحیح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”مولانا عبدالرحمن جامی کے معروف شاگرد جس نے ”الخواصہ فیسیا“ (شرح جامی) کا حاشیہ لکھا تھا کا نام عبدالغفور لاری کے بجائے عبدالغفور لاہوری لکھا ہے، حالانکہ یہ شعر بھی نقل کیا ہے:

آنجا کہ فہم و دانش مرغ بود شکاری
باز بست تیر رفتار عبدالغفور لاری

اور یہ غلطی اس لیے درآئی ہے کہ ”تذکرہ علمائے ہند“ کے اردو ترجمے میں عبدالغفور لاہوری طبع ہوا ہے۔“ (صفحہ ۱۶)

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی کے حوالے سے منسوب ایک غلطی تاریخی روایت اس طرح تردید فرماتے ہیں:

”عبدالحکیم سیالکوٹی کے رسالہ ”الکافایہ“ یا ”الدرۃ الثمینیہ“ کے بارے میں لکھا ہے: ایک رسالہ درثین (کذا، الدرۃ الثمینیہ) باری تعالیٰ کے ثبوت میں ہے جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ آپ نے اسے دربار شاہجہاں میں بازیابی کے وقت بطور علمی تحدیث کیا تھا“ علامہ سیالکوٹی نے یہ رسالہ ۵ ربیع الاخری ۱۰۵۲ھ کو لکھنا شروع کیا اور ایک صفحے میں مکمل کر دیا جب کہ اس سے پانچ برس پہلے بادشاہ مولا عبدالحکیم کو چاندی میں تلوایا چکا تھا۔“ (صفحہ ۱۸)

ایک نقطہ کے فرق سے کتاب کا نام بدل جانے اور اسے دو مختلف کتابوں کے نام سے پیش کرنے کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں:

”محمود جون پوری مؤلف ”الخصائص البازغہ“ کے حالات ”تذکرہ علمائے ہند اور“ حدائق

الحدائق سے ”عبدالحکیم سیالکوٹی“ میں جو پوری کی ایک تالیف ”رسالہ اقسام انسان میں“ کا ذکر ہے، غالباً اسی رسالے کو ”تذکرہ علمائے ہند“ میں کتابت کی غلطی نے ”در بیان زبان“ کو ”در بیان زبان“ بنادیا اور ”تذکرہ علمائے ہند“ کے اردو مترجم نے لکھ دیا: فارسی زبان میں مختصر سا ایک چہار ورقی رسالہ اقسام زبان کے بیان میں ہے۔

دونوں ناخذ میں مذکور کتابوں کو یکجا کرنے سے ایک ہی رسالہ ”زبان“ اور زبان کے بارے میں دو کتابوں کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ (صفحہ ۱۹)

اس امر کا تذکرہ محققین بالخصوص درس نظامی سے وابستہ افراد کے دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ ڈاکٹر صاحب کی تحقیق کے مطابق حالات مصنفین و مولفین درس نظامی پر اردو زبان میں صرف چار کتابیں شائع ہوئیں ہیں:

۱۔ ”تذکرہ المصنفین“، تالیف مولانا حبیب الرحمن مظاہری خیر آبادی، کرنل سنج، کانپور، مکتبہ معارف ملی، جمادی الثانیہ ۱۳۸۹ھ اگست۔ ستمبر ۱۹۶۹ء

۲۔ ”تذکرہ المصنفین باحوال المصنفین یعنی حالات مصنفین درس نظامی“، تالیف مولانا محمد حنیف کنگوٹی، کراچی، دارالاشاعت، کن بندارو

۳۔ ”تذکرہ مصنفین درس نظامی، تالیف ڈاکٹر سفیر اختر، لاہور، مسلم اکادمی، اشاعت اول، جون ۱۹۷۵ء

۴۔ ”تذکرہ المصنفین“، تالیف مفتی محمد عثمان القاسمی، خالق آباد، ضلع نوشہرہ، القاسم اکیڈمی، ۲۰۰۵ء

آخر میں ضرورت تصنیف و تالیف کے حوالے سے ڈاکٹر سفیر اختر صاحب کی ہدایات ان ہی کے الفاظ میں پیش کرنا چاہیں گے:

”مفتی صاحب کی کاوش ”تذکرہ المصنفین“ بازار میں ہے اور اہل علم نقد و نظر کے ترازو میں تول کر فیصلہ کریں گے کہ اس کاوش نے پہلے سے دستیاب کتابوں کی کتنی غلطیاں صاف کی ہیں کون سے نئے پہلو اجاگر کیے ہیں اور سوچ کے کون سے نئے دروا کیے ہیں۔ راقم الحروف کو کتاب کی اشاعت پر اس لیے خوشی ہے کہ ضلع ایک کے ایک بزرگ عالم کی کاوش سامنے آگئی ہے۔ جو ایک دور کے علمی موضوع سے اہل قلم کی دلچسپیوں کا اظہار ہے۔“

ماضی قریب

خصوصاً سلطنت مظفر کے
انتظام تک ایک دور افتادہ
گاؤں میں کسی عالم کا مثل شخص
کی موجودگی اچھے کا باعث نہ
تھی بلکہ عام رواج یہی تھا کہ
لوگ علم کے حصول کے لئے
دور دراز سفر کی صعوبتیں

کتابیات: ادب گوہر افشاں سید نور محمد قادری

سید محمد عبداللہ قادری

اشاعت: جون ۲۰۰۶ء، صفحات: ۴۳۰، قیمت: ۳۰ روپے

ناشر: کتاب خانہ امین عبداللہ، چک ۱۵ شمالی، ڈاکخانہ چک ۵،

ضلع منڈی بہاؤالدین (پاکستان)

برائے رابطہ: سید محمد عبداللہ قادری، ۱۴۰ ایف، ۳۲۵ واہ کینٹ

تیسرہ نگار: محمد صادق امین

برداشت کر کے اہل علم کی خدمت میں پہنچنے اور اپنے علم کی پیاس بجھا کر واپس اپنے گاؤں قصبے یا شہر لوٹ جاتے اور علم کی بے بہا دولت متلاشیان علم میں تقسیم کرتے۔ مگر اور کھلے کی مسجد ان کے درس و تدریس اور تحقیقی کاموں کا محور و مرکز ہوتے تھے۔ درس و تدریس اور علمی تحقیقات ان کا پیشہ ہرگز نہ تھے۔ وہ اہل علم کے لئے زراعت، صنعت، تجارت وغیرہ جیسے پیشے اپناتے تھے۔ مگر جب سے درس و تدریس ایک پیشہ بن گیا ہے گوکہ مقدس پیشہ کہ اس کی شاعت کم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے سند یافتہ افراد کا رخ بڑے شہروں کی طرف ہو گیا ہے کیونکہ انہیں وہاں تدریس کا اچھا معاوضہ مل جاتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ درس و تدریس اور تحقیق کو پیشہ کہنا مناسب ہے؟ خیر اب تو معاملہ گورکھ دھند سے تک پہنچ گیا ہے اور ایک پوری مفاد پرست تعلیمی مافیا وجود میں آگئی ہے۔ جس نے درس و تدریس کو ایک ایسا کاروبار بنا دیا ہے جس میں منافع کی کوئی حد نہیں اور تحقیق میں جمل سازی اور علمی سرے کو رواج دیکر علم و تحقیق کی جو تھوڑی بہت آبرو باقی رہ گئی تھی وہ بھی خاک میں ملا دی۔ ماضی اور حال میں درس و تدریس کی روایات میں فرق کی منظر کشی ڈاکٹر وقار احمد زہیری نے ان الفاظ میں کی ہے:

”ہندوستان میں علم موجود تھا مگر برہمنوں تک چنانچہ وہی سب سے زیادہ ذی حیثیت لوگ تھے ہر جگہ نمایاں ہر جگہ اہم مگر مسلمانوں نے ”علم سب کے لئے“ عملاً نافذ کر دیا نہ کسی جگہ کی ضرورت پڑی نہ کسی وزارت کی اور اتنی بڑی مغل ایماں کی شخص کے بغیر اس وقت تک چلتی رہی جب تک انگریزوں نے جھے جیسے نظام کو تاپ نہ کر دیا۔ انگریزوں سے پہلے استادی سب کچھ دیتا تھا نہ طلبہ کی فیس ہوتی تھی نہ استاد کی تنخواہ ہوتی تھی دونوں کی کفالت جائیداد کی آمدنی سے ہوتی تھی جو مدرسے کے لئے وقف ہوتی تھی۔ انگریزوں نے تمام اوقاف ضبط کر کے استاد کو کھوکھلے تعلیم کا تنخواہ دار بنا دیا۔ یعنی اب وہ کلاس

اور اس کو تنخواہ دی جا رہی ہے اس تبدیلی کا زبردست نقصان مسلمانوں کو ہوا کہ نصاب بنا کر بھیجا جاتا تھا اور مقررہ مدت میں ختم کرنا اور پھر امتحان کا یا قاعدہ نظام تو آگیا مگر استاد کا اطمینان سچ میں سے نکل گیا کہ یہ طالب علم واقعی اگلی جماعت کے لائق ہوا یا نہیں۔“ (کالم ”یہ میرا جن ہے“ روزنامہ امت ۲۳ اگست ۲۰۰۶ء)

سید نور محمد قادری ماضی کی درخشاں روایات کے امین اور سلف کی طرز پر زندگی گزارنے والے ایک ایسے ہی بزرگ تھے جنہوں نے تحقیق کو پیش نہیں بنایا بلکہ اپنا گزر بسر زراعت کے پیشے سے کرتے رہے اور نہ صرف یہ کہ خود تصنیف و تالیف اور تحقیق کا کام کرتے رہے بلکہ ان کے گھر کے دروازے دیگر تحقیق کے لئے کھلے رہے اور یہ ان کا غلوں تھا کہ جس کی وجہ سے ان کا دیہاتی پس منظر اور کتب خانے کی دور افتادگی علم و ادب کے متلاشیان کے راہ میں رکاوٹ نہ بن سکی۔

زیر نظر کتاب سید نور محمد قادری کی تحقیق اور علمی کاوشوں کا کتابیات کی صورت میں ایک مختصر سا جائزہ ہے جسے ان کے صاحبزادے سید محمد عبداللہ قادری نے مرتب کیا ہے۔ یہ کتابیات سید نور محمد قادری کی تمام شائع شدہ کتب، مقالات، دیباچوں، تبصروں اور خطوط پر مشتمل ہے۔ موضوعات کا تنوع ان کی علمی قابلیت اور گہرے مطالعہ کا فراز ہے ہو سکتا ہے کہ شخص کے اس دور میں یہ تنوع بعض افراد کے لئے حیرت کا باعث ہو مگر جن کی تاریخ پر نظر ہے ان کے لئے یہ ماضی کا عملی نمونہ ہے۔ ویسے شعر و ادب و رضویات اور اقبالیات ان کے خاص موضوعات ہیں۔ ان موضوعات سے دلچسپی رکھنے والے محققین کے لئے یہ کتابیات نہایت مفید ثابت ہوگی۔

ڈاکٹر سفیر اختر کے مقدمے نے اس کتابیات میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔ انہوں نے اپنے خوبصورت تنقیدی اسلوب سے محترم سید نور محمد قادری کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو خوب اجاگر کیا ہے اس کتابیات کیساتھ مرحوم کی مختصر سوانح ہے اور مشاہیر کی آراء بھی درج کی گئی ہیں۔ ان میں چند آراء خوش خدمت ہیں:

”محترم سید نور محمد قادری دیکھنے کو ان پڑھ دیہاتی معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے پاس بیٹھ کر ذرا کریدئے تو کان جواہرات ثابت ہوتے۔“ (علامہ حسین عرشی، ص ۱۸)

”سید نور محمد قادری ضلع گجرات کے دور دست گاؤں کے رہنے والے ہیں اور تحصیل بھالیہ کے اس علاقے کے باسی، جہاں دور دور تک اردو اشعار کا ذوق کھلتا نظر نہیں آتا۔ میں نے قادری صاحب کو

For Best & Clear Hearing

اب ہر آواز آپ کی پہنچ تک

Digital & Programable Hearing Aids



آلہ سماعت

REMOTE



CANAL AID

Before

After

Artificial
Eye



Special Offer

on purchase of any 2 Branded Frames
(get **FREE** 1 pair of contact lens)
on purchase of Siemens Hearing Aid
(get **FREE** 6 month service warranty + 6 Batteries
on purchase of 2 pair of contact lens
(get **FREE** solution)

Friends

Optical & Audiology
Centre

Head Office:
Opp. K.M.C.
Before City Court
M.A. Jinnah Road, Karachi.
Ph: 2624611 & 22

Branch 1
Hotel Regent Plaza,
Main Entrance Parking,
Shahra-e-Faisal, Karachi.
Phone : 5631356 - 7

Branch 2
Karim Centre,
Nishtar Road,
Multan.
Phone: 4576656

www.friendsoptical.com

E-mail: info@friendsoptical.com

محمد اعظم سعیدی / محمد صادق امین

تہرہ کتب

پر مجبور کر دیا۔ یہ جذبہ بیداری خس و خوار میں بھی موجود ہے لیکن زیادہ تر قابلِ تحسین وہی ہے جو لالہ و گل کی صورت میں نمایاں ہو۔ (پروفیسر شریف کجانی، صفحہ ۱۸-۱۹)

”کتا میں خرید کر جمع کرنے کا شوق بہت کم لوگوں کو دو لیت کیا گیا ہے اور جو اپنے ذاتی کتب خانے رکھتے ہیں وہ اس نعمت کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز جانتے ہیں یہ ذوق صرف مشہور و معروف ہستیوں کو ہی نہیں بلکہ معمولی دیہات میں گم نام کسانوں کو بھی ہو سکتا ہے۔ شائع کجرات کی تحصیل پھالیہ کے ایک دور دراز گاؤں چک ۱۵، شاہی، ڈاکخانہ چک ۵۵ میں ایک صاحب سید نور محمد زمیندار رہا کرتے ہیں انہوں نے تسکین شوق کی خاطر گھر میں ایک کتب خانہ بھی قائم کر رکھا ہے۔“ (سید قائم محمود، صفحہ ۱۲)

”علامہ محمد اقبال کے حلق ان کے تحقیقی مقالات یقیناً بہت قابلِ قدر ہیں۔ بہت سے اقبال شناسوں اور اقبال انٹرنی کے ٹیکیداروں کو ان سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ سید صاحب محترم کوئی امیر آدمی نہیں ہیں پھر بھی اپنے محدود وسائل سے جو کام انہوں نے کیا ہے، اس کا معیار خاصا بلند ہے۔“ (غور شیدا محمد خان، صفحہ ۲۰)

.....